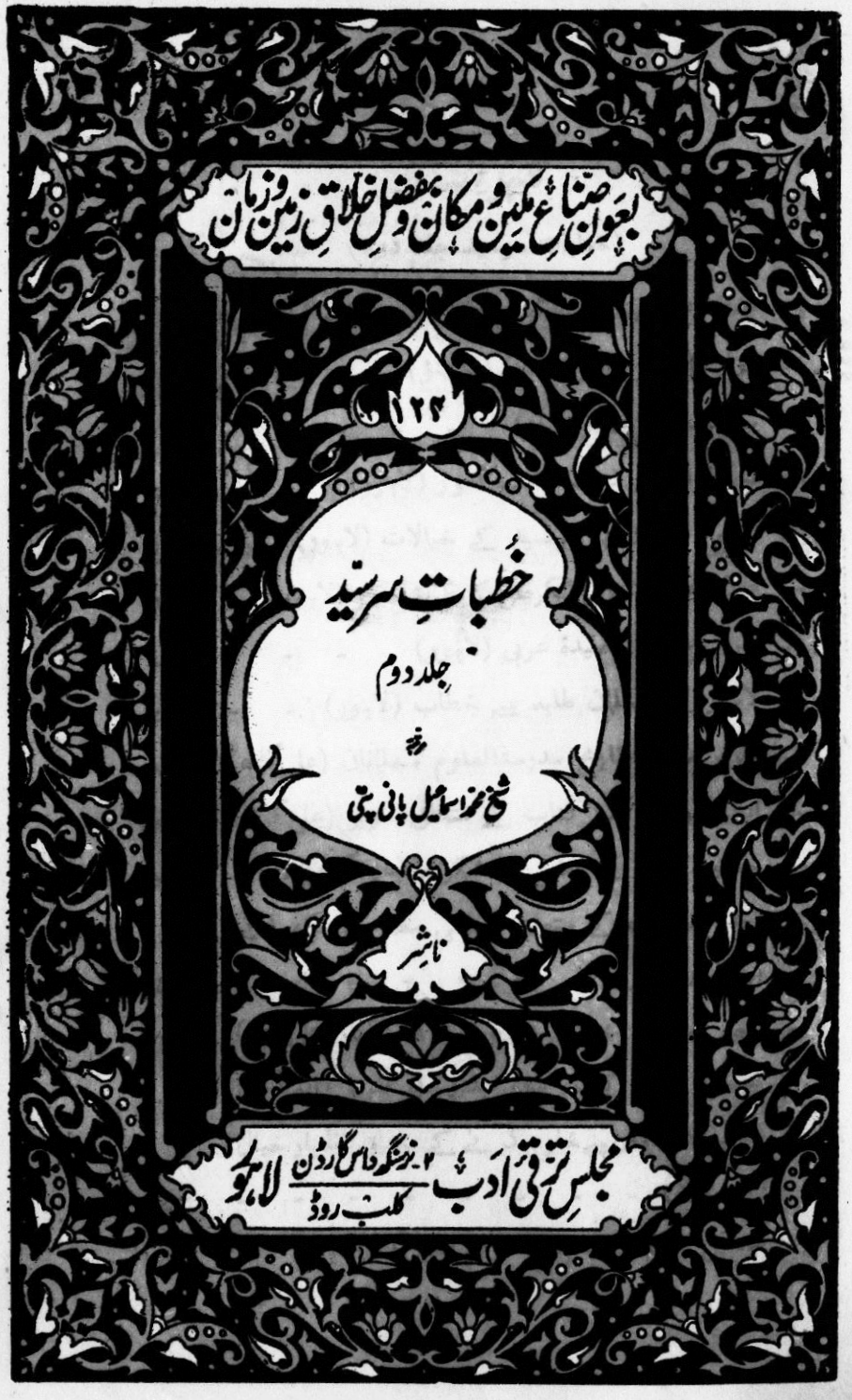

خطبات سرسید جلد دوم

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : جون ۱۹۷۳ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : پروفیسر حمید احمد خاں
ناظمِ مجلسِ ترقیٔ ادب ، لاہور

طابع : محمد زرین خاں

مطبع : زرین آرٹ پریس
۶۱ - ریلوے روڈ ، لاہور

سرورق وغیرہ : مطبعِ عالیہ ، ۱۲۰ ٹمپل روڈ ، لاہور

قیمت : سولہ روپے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

ضائع ہو جاتا اگر منشی عزیز الدین احمد تحصیل دار مرزا پور نہایت تیزی اور سرعت سے اس کو ساتھ ساتھ نہ لکھتے جاتے ۔ منشی صاحب نے مزید احتیاط یہ کی کہ لیکچر کو صاف لکھ کر سرسید کو دکھا بھی لیا تھا ۔

یہ مہتمّم بالشان تقریر اسلامیانِ ہند کی طرف سے سب سے پہلی آواز تھی جو بڑے زور اور شدت سے ہندو کانگریس کے خلاف اٹھی ۔ سرسید آخر وقت تک انڈین نیشنل کانگریس کے سخت خلاف رہے اور مسلمانوں کو بڑی سختی سے اُس میں شامل ہونے سے روکتے رہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید کی نگاہ کس قدر دوربین اور عاقبت اندیش تھی ۔ مگر سینکڑوں بہت بڑے بڑے مسلمان اس رو میں بہہ گئے اور دل و جان سے کانگریس کے ساتھ ہوگئے ۔ مگر آخر بہت سے تلخ تجربوں کے بعد اُن پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ کانگریس مسلمانوں کی دشمن ہے ۔ اور سرسید کی رائے اس معاملے میں بالکل صائب تھی ، جس پر مسلمانوں کے اکثر چوٹی کے رہنما کانگریس سے علیحدہ ہو گئے اور استخلاص وطن کے لیے اُنھوں نے بطورِ خود کوششیں کیں ۔ جس کے نتیجے میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا ۔

اس عجیب و غریب لیکچر کے متعلق حضرت شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین حالی اپنی کتاب "حیاتِ جاوید" میں حسب ذیل رائے کا اظہار فرماتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ اس سے بھی زیادہ عجیب وہ پولیٹکل لیکچر تھا جو "نیشنل کانگریس" کے خلاف اُنھوں نے لکھنؤ میں دیا تھا ہم نے سنا ہے کہ اُس کا خیال اُن کو (صرف) چند گھنٹے پہلے ہوا تھا ۔ (مگر) باوجود اس کے وہ ایسا جامع اور مدلّل اور پُر زور تھا کہ اُس کے بعد ہزاروں تحریریں اور تقریریں اس باب میں اُس کے موافق اور مخالف ہوئیں مگر اُس کے آگے ہیچ تھیں ۔" (محمد اسماعیل)

☆ ☆ ☆

۶۱۔ سیاست اور ہم

(۱۶ مارچ ۱۸۸۸ع ، بمقام میرٹھ)

یہ دوسرا سیاسی لیکچر ہے جو سرسید نے یو ۔ پی کے مشہور شہر میرٹھ کے ایک جلسۂ عام میں دیا ۔ یہ سرسید کے مجموعۂ لیکچرز ، مرتّبہ مولوی امام الدین سے نقل کیا گیا ہے ۔ (محمد اسماعیل)

بزرگانِ من !

آج جس مطلب کو آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرنے کو میں کھڑا ہوا ہوں ، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اس کا سبب بیان کروں ۔ آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ مدت سے ہمارے بنگالی دوست پولیٹیکل معاملات میں نہایت گرم جوشی ظاہر کر رہے ہیں ۔ تین برس ہوئے کہ انھوں نے ایک بہت بڑی مجلس قائم کی ہے جس کا جابجا اجلاس ہوتا ہے اور انھوں نے اس کا نام نیشنل کانگریس رکھا ہے ۔ ہم کو اور ہماری قوم کو اس کی طرف کچھ خیال بھی نہ تھا ، بلکہ ہم نہایت خوش تھے کہ اگر ہمارے بنگالی دوستوں نے اپنی تعلیم اور لیاقت میں ایسی ترقی کر لی ہے کہ وہ ان چیزوں کے دعویٰ کرنے کے لائق ہو گئے ہیں جن کا وہ اب دعویٰ کرتے ہیں ، تو ہماری نہایت خوشی ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہوں ۔ اگرچہ وہ تعلیم میں ہم سے زیادہ ہیں مگر ہم نے کبھی

یہ نہیں سمجھا کہ وہ اس درجے پر پہنچ گئے ہیں جس درجے پر ہونے کے دعوےدار ہیں - تاہم ہم نے کبھی کسی آرٹیکل میں ، کسی اسپیچ میں ، یا کسی مقام پر زبانی بات چیت میں ، ان کے کاروبار میں جو وہ کر رہے تھے ، ہرج نہیں ڈالا اور نہ ہرج ڈالنے کا ارادہ کیا - ہمارا کبھی یہ مقصد نہیں ہے کہ جو لوگ یا کوئی قوم جو ترقی کرنی چاہتی ہے اور اس نے اپنے آپ کو اس درجے تک پہنچا دیا ہے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتی ہے اور جس کے وہ لائق ہے ، اس کی مخالفت کریں - لیکن ہمارے بنگالی دوستوں کی طرف سے ہماری قوم پر بے جا اور ناواجب دست اندازی ہوئی ہے اور اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بے جا دست اندازی کو ظاہر کریں اور ہم اپنی قوم کو اس کی مضرّتوں سے محفوظ رکھیں - یہ خیال کرنا کہ ہم نے اپنے بنگالی دوستوں کی مخالفت پر کمر باندھی ہے ، بالکل غلط ہے - بلکہ ہم کو اپنی قوم کے حق میں جو بات بہتر معلوم ہوتی ہے ، اس کا اپنی قوم کو سمجھانا منظور ہے ، اور جو نقصان کہ ہماری قوم کو بنگالیوں کے راستے کے ساتھ شامل ہونے میں متصوّر ہے ، اس کا سمجھا دینا واجب ہے ، اس کے سوا اور کچھ نہیں -

اُن لوگوں کی بے جا دست اندازی ، جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے غلط طور پر اس بات کے ظاہر کرنے کی خواہش کی ہے کہ ان ممالک کے مسلمان بھی اُن کی رائے کے ساتھ شامل ہیں ، مگر ہم بھی اس ملک کے رہنے والے ہیں ، اور ہمارے صوبہ شمال و مغرب اور اودھ میں جو حالات گزرتے ہیں اور گزرے ہیں اُن کی اصلیت سے ہم ناواقف نہیں رہ سکتے ، گو کہ اخباروں میں اس کا رنگ کیسا ہی رنگا جاوے اور اس کی صورت کیسی ہی دکھائی جاوے ؛ ممکن ہے کہ ولایت میں اس صورت کو دیکھ کر

وہاں کے لوگ جو اصلی حالت سے واقف نہیں ہیں ، دھوکا کھا سکیں ، لیکن ہم اور ہمارے ملک کے لوگ جو ہر ایک حال سے واقف ہیں ، وہ کبھی ایسے دھوکے میں نہیں آ سکتے - ہماری مسلمان قوم اب تک چپ چاپ بیٹھی تھی - اس کو کچھ غرض نہیں تھی کہ بنگالے کے بابو اور شمال مغربی اضلاع کے ہندو اور ہندوستان کے باشندے یورپین اور یوریشین کیا کر رہے ہیں ، مگر اب انھوں نے ہماری قوم پر بے جا دست اندازی کی ہے - بعض اضلاع میں مسلمانوں پر کانگریس میں شریک ہونے کے لیے دباؤ ڈالا گیا ہے - افسوس ہے کہ جو لوگ زبردست تھے اور درحقیقت رئیس تھے اور مسلمانوں کے سرگروہ گنے جاتے تھے ، ان لوگوں سے تو کچھ نہ بولے ، مگر ایسے لوگوں پر جو دباؤ میں آ سکتے تھے ، ناواجب زور ڈالا - کسی ضلعے میں حکومت کے دباؤ سے وہ مجبور ہوئے ، کسی ضلعے میں ان کو اس طرح دبایا کہ بغیر ان کی شرکت کے ان کا کام ، جو وہ چلانا چاہتے ہیں ، چل نہیں سکنے کا - یا اُن لوگوں نے خود یہ سمجھا کہ بغیر ان کی شرکت کے روٹی ملنی مشکل ہے - روپے کے لالچ دینے سے بھی انھوں نے کوتاہی نہیں کی - کون شخص ہے جو اس حال سے واقف نہیں ہے - کون شخص ہے جو اس بات کو نہیں جانتا کہ دو چار مسلمان ممالک مغربی و شمالی کے اُن کے ساتھ شامل ہوئے ؟ وہ کون ہیں اور کس سبب سے شامل ہوئے ہیں ؟ اُن کی حقیقت بجز اس کے کہ کرایے کے آدمی ہیں اور کچھ نہیں - ایسے لوگوں کو وہ مدراس لے گئے اور وہاں لے جا کر کہا کہ یہ نواب زادے ہیں اور یہ فلاں ضلع کے رئیس ہیں اور یہ مسلمانوں میں ایسے ہیں ویسے ہیں - حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح خریدے گئے ہیں - ہم اپنی قوم کے لوگوں کو خوب جانتے ہیں کہ وہ دباؤ سے ، نالائقی سے یا

نمود کی خواہش سے یا مفلسی کی وجہ سے روپیہ دے کر خریدے گئے ہیں ۔ اگر کوئی رئیس اپنے دل سے اور اپنی رائے سے آن کے ساتھ شریک ہو جاوے تو ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہے ۔ ایک آدمی کے نکل جانے سے ہمارا گروہ گم نہیں ہوگا ۔ لیکن جھوٹ بات بیان کر کے کہ یہ فلاں ضلعے کے رئیس ہیں اور فلاں مقام کے نواب ہیں ، اور ہماری قوم کا غلط ارادہ ظاہر کرنا کہ مسلمان بھی ان کے ساتھ شریک ہیں ، ہماری قوم پر ناواجب دست اندازی ہے ۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو ہم کو ضرور ہوا کہ ہم اپنی قوم کو اس خلاف نمائی سے متنبہ کریں تا کہ اور لوگ اس دھوکا میں نہ آویں اور اپنی قوم کو جتلائیں کہ جو معدودے چند مدراس گئے وہ یا تو دباؤ سے یا کسی لالچ سے یا اپنے پیشے کے چلنے یا ایک نمود حاصل کرنے کی غرض سے گئے ہیں یا خریدے گئے ہیں ۔ کوئی رئیس اس میں شامل نہیں ہو رہے ۔ یہی باعث تھا کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے لکھنؤ میں نیشنل کانگریس کے نقصانوں پر اسپیچ کی اور یہی باعث آج کی اسپیچ کا ہے ۔ اور میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سوائے بدر الدین طیّب جی کے ، جو نہایت بزرگ ہیں اور جن کا میں نہایت ادب کرتا ہوں ، اور کوئی سربرآوردہ رئیس اس میں شریک نہیں ہوا ۔ وہ شریک ہوئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے غلطی کی ہے ۔ انھوں نے مجھے دو چٹھیاں لکھی ہیں ، جن میں سے ایک لکھنؤ کی اسپیچ کے مشتہر ہونے کے بعد کی ہے ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ چاہتے ہیں کہ کانگریس میں جو باتیں مسلمانوں کے خلاف ہوں ، آن کو بتائی جاویں تا کہ وہ آن کو کانگریس کی بحث میں نہ آنے دیں ۔ مگر در اصل اس کی تمام باتیں ہماری قوم کے نامناسب نہیں ہیں ۔ بہرحال فرض کیجیے کہ بدر الدین طیب جی کی رائے ہماری رائے کے خلاف

ہو تو ان کی رائے تمام قوم کی رائے اور آن کا اتفاق نیشنل کانگریس سے تمام قوم کا اتفاق متصوّر نہیں ہو سکتا ۔

مرزا محمد اسمٰعیل خاں کی طرف ، جو مجلس میں موجود تھے ، اسپیکر نے اشارہ کیا اور کہا کہ میرے ایک دوست ، جو مدراس سے ابھی آئے ہیں اور اس مجلس میں موجود ہیں ، مجھ سے کہتے تھے کہ کوئی مسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا ۔ کہا جاتا ہے کہ پرنس ہایوں جاہ بھی شریک ہوئے تھے ۔ مجھ کو ان سے واقفیت نہیں ہے ۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کس قسم کے آدمی ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس طرح شریک ہوئے ۔ مہمان نوازی کی فیّاض طبیعت سے یا اورکسی خیال سے ۔ (اس پر محمد اسمٰعیل ، جو مجلس میں موجود تھے ، کھڑے ہوئے اور کہا کہ در حقیقت کوئی معزّز مسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا ۔ اورانھوں نے کہا کہ پرنس ہایوں جاہ نے صرف مہمان نوازی کا طریقہ برتا تھا ، جس طرح کہ ہمارے مدراس کے گورنر نے ایوننگ پارٹی میں اکثر ڈیلیگیٹوں کو بلایا تھا ۔ اسپیکر نے پھر اپنی گفتگو شروع کی اور کہا کہ فرض کیجیے کہ) ہایوں جاہ بھی شریک ہوئے تو دو آدمیوں کے قوم سے علیحدہ ہو جانے سے قوم کی قومیت میں کچھ نقصان نہیں پہنچتا ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دو رئیسوں کے شریک ہونے سے تمام قوم پر اتہّام ہے ۔ اگر ہمارے بنگالی دوست ایسی غلط کارروائی نہ کرتے تو ہم کو کچھ کام نہ تھا نیشنل کانگریس سے اور نہ اس کے ممبروں سے اور نہ آن ناواجب خواہشوں سے جن کے لیے انھوں نے شور و غل مچایا ہے ۔ نیشنل کانگریس کے ممبر آسمان کے تارے ہو جاویں یا سورج بن جاویں ، ہم خوش ہیں ۔ لیکن ہماری قوم کے دو چار آدمیوں کو ناواجب طور سے اور شرم آمیز دباؤ اور لالچ سے

اپنے ساتھ لے کر یہ دکھلانا چاہیں کہ مسلمانوں کی قوم ان کے ساتھ ہے تو اس کا دفع کرنا ہم پر ضرور واجب ہے -

اے صاحبو ! جو کچھ کہ اب میں اپنی قوم کے لیے بیان کروں گا ، درحقیقت وہ صرف ہماری ہی قوم کے لیے مفید نہیں ہے بلکہ ہمارے ملک کے ہمارے ہندو بھائی جو کسی غلط خیال سے اس میں شریک ہوئے ہیں ، ان کے لیے بھی ویسی ہی مفید ہے - آخر کو وہ بھی افسوس کریں گے (اگرچہ شاید افسوس کرنے کا بھی موقع نہ ملے کیوں کہ کانگریس کی خواہشوں کا پورا ہونا امکان سے خارج ہے) - ہمارے ملک کے ہندوؤں کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی حالت گو مسلمانوں سے کسی قدر اچھی ہے لیکن ایسی اچھی نہیں ہے کہ وہ دوڑ کر ہم سے آگے نکل جاویں گے - ہم سب ایک ملک کے رہنے والے ہیں - بہت سے ہندو ایسے ہیں کہ ان میں مسلمانوں کی عادتیں گھس گئی ہیں - جیسے کہ ہمارے دوست کائستھ صاحب ہیں - ان کی عادت اور ان کی حالت ہم سے کچھ زیادہ بڑھی ہوئی نہیں ہے - اور ہندو بھی کچھ ہم سے زیادہ بڑھے ہوئے نہیں ہیں - جو کچھ ہمارا حال ہوگا وہی اِس ملک کے ہندوؤں کا بھی ہوگا - اس واسطے جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کل ملک کے باشندوں کے فائدے کے لیے کہتا ہوں - ہندو ہوں یا مسلمان ، وہ غلط خیال جو ہمارے ملک کے ہندوؤں کو پیدا ہوا ہے اور جس کے سبب ہمارے ملک کے ہندوؤں نے کانگریس میں شریک ہونا مناسب سمجھا ہے ، دو باتوں پر مبنی ہے - اور میں سمجھتا ہوں کہ اسی خیال پر ہمارے ملک کے ہندو شریک ہوئے ہیں - اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ غلطی کرتے ہیں - پہلی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بنگالی بھی ہندو ہیں اور ہم بھی ہندو ہیں - اُن کے اقتدار سے ہم کو کچھ نقصان پہنچنے والا نہیں ہے - دوسری بات

یہ ہے کہ بعض ہندو (میں کُل ہندوؤں کی نسبت نہیں کہتا بلکہ بعض کی نسبت کہتا ہوں) یہ خیال کرتے ہیں کہ اس میں شریک ہونے سے اور ہندوؤں کے اقتدار زیادہ بڑھ جانے سے شاید مسلمانوں کی بعضی وہ رسومِ مذہبی جو ہندوؤں کے مخالف ہیں ، زوال پذیر ہو جاویں گی اور ہم مل کر اُن کو معدوم کر دیں گے - لیکن میں علانیہ اپنے ہندو دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی جو خواہشیں مذہبی رسوم میں رعایت کرنے کی ہیں ، اس طرح پر وہ ان میں ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے - اگر اُن میں کامیابی ہوگی تو دوستی اور اتحاد سے ہوگی ، زور سے کام نہیں ، نکلنے کا - اور جس قدر دشمنی اور نفرت آپس میں زیادہ ہوگی ، اسی قدر ان کو مضرّت پہنچے گی - میں علی گڑھ کی مثال دوں گا - وہاں ہندو اور مسلمانوں میں اتفاق تھا - تین برس دسہرہ اور محرّم ایک ساتھ گزر گیا اور کسی شخص نے نہ جانا کہ علی گڑھ میں کیا ہوا - خیال کرنے کی بات ہے کہ جس وقت سے انھوں نے گاؤکشی کے معاملے میں دند مچائی ہے ، گاؤکشی کس قدر زیادہ ہو گئی ہے اور فریقین کی مذہبی فیلنگ کیسی بھڑک گئی ہے ، جس سے ہندوستان کے سب لوگ واقف ہیں - ان کو خیال کرنا چاہیے کہ کسی دباؤ اور زور سے وہ اس چیز کو حاصل نہیں کر سکتے کہ جو آپس کی محبت اور دوستی سے حاصل ہو سکتی ہے - اگر میرا یہ خیال جو میں نے اپنے ملک کے ہندوؤں کی نسبت ظاہر کیا ہے ، صحیح ہے اور درحقیقت ان کا بھی ایسا ہی حال ہے جیسا کہ اس ملک کے مسلمانوں کا ، تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنے ملک کے مسلمانوں سے ملے رہیں - اپنا سر کھانے دو اُن کو جو بنگالے میں رہتے ہیں - وہ جو کچھ چاہیں کریں اور جو کچھ چاہیں نہ کریں - نہ ان کی طبیعت ہمارے ملک کے لوگوں کی سی ہیں اور نہ ان کی حالت ہمارے ملک

کے لوگوں کی حالت کے مناسب ہے - پس ہمارے ملک کے لوگوں کو اُن کے ساتھ شریک ہونے سے کیا تعلق ہے -

بنگالے کی نسبت جہاں تک مجھ کو معلوم ہے ، میں کہہ سکتا ہوں کہ لور[1] بنگال میں مسلمانوں کی آبادی کا حصہ بہ نسبت بنگالیوں کے بہت زیادہ ہے - اگر کل بنگال کو ملا لو تو قریباً نصف مسلمان اور نصف سے زیادہ کچھ بنگالی ہوں گے - وہاں کے مسلمانوں کو بالکل معلوم نہیں ہے کہ نیشنل کانگریس کیا چیز ہے اور اس میں کیا ہوتا ہے - بنگال کا کوئی مسلمان رئیس اس میں شامل نہیں ہے - عام بنگالی جو مفصل میں رہتے ہیں ، وہ بھی ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے عموماً مسلمان بنگالے کے رہنے والے - بنگالے میں مسلمانوں کی آبادی اس قدر زیادہ ہے کہ ان بنگالیوں کی ، جو کانگریس کا غل شور مچا رہے ہیں ، خواہشیں پوری ہو جاویں تو نہایت ہی مشکل ہے کہ بنگالے ہی میں بنگالی امن سے رہ سکیں - یہ تجویزیں کانگریس کی ایسے ملک کے لیے ، جہاں دو مختلف قومیں مل کر آباد ہیں ، ایک کنوئیں سے پانی پیتی ہیں ، ایک شہر کی ہوا کھاتی ہیں ، ایک کی زندگی دوسری پر منحصر ہے ، نہایت بد اندیشی کی تجویزیں ہیں - ایک دوسرے میں عداوت پیدا کر دینا نہ امن کے لیے مفید ہے ، نہ ملک کے لیے ، نہ شہر کے لیے -

اب اس قدر تمہید کے بعد میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری قوم بلکہ ہمارے ملک کے لوگوں کو پولیٹیکل امور میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے - میں ہندوستان میں پولیٹیکل امور کی نسبت سلسلہ وار بیان کروں گا تاکہ کافی طور پر غور کرنے کا موقع ملے - سب سے

۱- Lower Bengal - (مرتّب)

اول جو پولیٹیکل مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں ملک کا انتظام اور ملک کی سلطنت کس کی ہونی چاہیے ؟ اس وقت فرض کرو کہ تمام انگریز اور تمام انگریزوں کی فوج ہندوستان کو چھوڑ کر چلی جاوے - وہ اپنا توپ خانہ اور اپنے تمام عمدہ ہتھیار اور تمام چیزیں جہازوں پر لاد کر لے جاویں تو ہندوستان میں کون حاکم ہوگا ؟ کیا ایسی صورت میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں ایک گدی پر بیٹھ کے برابر درجے پر رہ سکیں گی ؟ ہرگز نہیں - ضرور ہوگا کہ دونوں میں سے ایک دوسری کو مغلوب کرے اور دبا لے - یہ چاہو کہ دونوں برابر رہیں ، یہ ناممکن ہے اور امر محال ہے - اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ گو مسلمان ہندوستان میں بہ نسبت ہندوؤں کے تعداد میں کم ہوں اور گو ان لوگوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو جو انگریزی میں اعلیٰ درجے کی تعلیم پائے ہوئے ہیں ، لیکن ان کو حقیر اور کم زور نہیں سمجھنا چاہیے - غالباً وہ خود ہی اپنے سنبھالنے کے لیے کافی ہوں - لیکن اگر نہ ہوں تو جس وقت ایک ٹڈی دل ہمارے مسلمان پٹھان بھائیوں کا پہاڑوں کی کھوؤں میں سے نکلے گا ، وہ اس سرے سے بنگالے کے اُس سرے تک خون کی ندیاں بہادے گا - یہ بات کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد کون غالب ہوگا ، خدا کی مرضی پر موقوف ہے - لیکن جب تک کہ ایک قوم دوسری قوم کو زبر نہ کر لے گی اور تابع دار نہ بنا لے گی ، ملک میں امن نہ ہوگا - یہ امر ایسا مسلّم الثبوت ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا - اب فرض کرو کہ انگریز تو ہندوستان میں نہیں ہیں اور ہندوستان کی ایک قوم نے دوسری قوم کو دبا لیا ہے ، خواہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو اور خواہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو ، لیکن اُسی وقت یورپ کی اور سلطنتیں جیسی کہ جرمن ، فرانس ، پرتگیز ، روس

ہندوستان پر حملہ کر دیں گی ۔ ان کے جنگی جہاز لوہے کے منڈھے ہوئے ، چمکتی ہوئی توپوں اور ہتھیاروں کے لادے ہوئے چاروں طرف سے ہندوستان کو آن گھیریں گے ۔ اُس وقت ہندوستان کو بچانے والا کون ہے ؟ نہ ہندو اس کو بچا سکیں گے ، نہ مسلمان اور نہ راجپوت اور نہ ہمارے بھائی پٹھان ۔ اُس وقت کیا نتیجہ ہوگا ؟ صریح نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان پر غیر ملک کے لوگ حکومت کریں گے ، کیوں کہ ہندوستان کی حالت یہ ہے کہ اگر غیر ملک کی سلطنتیں اس پر حملہ کریں تو کسی کی طاقت نہیں کہ ان کا مقابلہ کرے ۔ اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ انجام کو ہندوستان پر پھر ایک غیر ملک کی حکومت ہوگی ، نہ ہندوستانیوں میں سے کسی کی ۔ اب آپ فیصلہ کر لیجیے کہ غیر ملک کی سلطنتوں میں سے آپ کس ملک کی حکومت ہندوستان پر پسند کرتے ہیں ۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم جرمن کی حکومت پسند کرو گے ؟ جس کی رعایا ٹیکس کے مارے روتی ہے اور جنگی قانونوں سے تنگ ہے ۔ فرانس کی حکومت پسند کرو گے ؟ میں جانتا ہوں کہ شاید تم روس کی سلطنت کو پسند کرو گے جو ہندوستان کا اور مسلمانوں کا بڑا دوست ہے اور ہندوؤں کو نہایت آرام سے رکھے گا اور ان کے مال اور دولت کی ، جو انھوں نے انگریزی حکومت میں حاصل کی ہے ، نہایت حفاظت کرے گا ۔ اس وقت جتنی سلطنتیں طاقت ور ہیں ، اُن کا کچھ نہ کچھ خیال ہر شخص کو ہے ۔ ہر شخص خیال کرے گا کہ وہ سلطنتیں بہ نسبت انگلش گورنمنٹ کے نہایت بدتر اور بد سے بدتر ہیں ۔ پس لازم آتا ہے کہ ہندوستان کے امن کے لیے اور ملک میں ہر چیز کی ترقی کے لیے انگلش گورنمنٹ کا بہت دنوں تک بلکہ ہمیشہ کے لیے رہنا ضرور ہے ۔ اور جب کہ ہم نے یہ تسلیم کر لیا کہ اور سلطنتوں کی بہ نسبت انگریزی سلطنت

کا ہمارے ملک کی بہتری کے لیے ، ہمارے ملک میں رہنا ضرور ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کوئی ایسی نظیر دنیا میں ہے کہ ایک غیر قوم نے غیر قوموں کو فتح کر کے اُن پر حکومت کی ہو اور اس مفتوح قوم نے اس بات کا دعویٰ کیا ہو کہ ان کو ری پریزینٹیٹو[1] گورنمنٹ ملنے کا حق ہے ۔ ری پریزینٹیٹو گورنمنٹ کا پہلا اصول یہ ہے کہ قومی سلطنت ہو اور وہی قوم اپنی قوم پر اور اپنے ملک پر حکومت کرتی ہو ۔ تم دنیا کی کسی تاریخ کو بتا سکتے ہو کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک غیر قوم کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد اس ملک پر حکومت کرتی ہو اور مفتوح ملک والوں کو ری پریزینٹیٹو گورنمنٹ دی گئی ہو ؟ کبھی ایسا نہیں ہوا ۔ بلکہ جس نے ہم کو فتح کیا ہے ، اس کو ہم پر اپنی حکومت کا قائم رکھنا ضرور ہے ۔ ہاں جب حاکم اور محکوم ایک قوم ہوں تو ری پریزینٹیٹو گورنمنٹ قائم ہو سکتی ہے ۔ مثلاً افغانستان جہاں امیر عبدالرحمٰن خاں اُس کے والیٔ ملک ہیں اور اُن کے ملک کے لوگ تمام افغان بھائی بند ہیں ۔ وہ چاہیں تو ری پریزینٹیٹو گورنمنٹ مقرر کریں ۔ لیکن ایسے ملک میں جہاں دوسری قوم حکومت کرتی ہے ، یہ خیال کرنا کہ وہاں بھی ری پریزینٹیٹو گورنمنٹ قائم ہو ، خیالِ محال ہے اور نہ آج تک دنیا کے کسی ملک کی تاریخ میں اس کا پتا مل سکتا ہے ۔ پس یہ کہنا کہ ہم کونسل میں الیکشن سے ممبر مقرر کریں گے ، اصولِ گورنمنٹ کے برخلاف ہے ۔ اور کوئی گورنمنٹ ہو ، انگریز یا جرمن یا فرانس یا روس یا مسلمان ، اس اصول کو کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتی ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ملک کی حکومت ہمارے ہاتھ میں

۱- Representative Government (مرتّب) ۔

چھوڑ دو - پس ایسے بےجا امور میں ہماری قوم کو شریک ہونا اور اس کے کلمہ گوؤں میں شامل ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے اور ہماری قوم کی حالت کے بھی بالکل برخلاف ہے -

دوسرا امر بجٹ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم کو بجٹ پر ووٹ دینے کا اختیار دیا جاوے - جس خرچ کو ہم منظور کریں ، منظور ہو اور جس کو نامنظور کریں ، نامنظور کیا جاوے - خیال کرو کہ یہ اصول بھی کس گورنمنٹ سے علاقہ رکھتا ہے ؟ اسی گورنمنٹ سے متعلق ہے جہاں از روئے اصول گورنمنٹ کے دی پریزینٹیٹو گورنمنٹ مقرر ہو سکتی ہو ، حاکم محکوم دونوں ایک قوم ہوں - لڑائی یا صلح میں بھی جو اور قوموں سے درپیش ہو ، ان کو رائے دینے کا حق ہو - مگر یہ اصول ایسی گورنمنٹ سے متعلق نہیں ہو سکتا جہاں ایک غیر قوم نے دوسری قوم کو فتح کیا ہو - انگریزوں نے ہندوستان کو اور اس کے ساتھ ہم کو فتح کر لیا ہے اور جس طرح ہم نے اس ملک کو تابع دار یا غلام بنا لیا تھا ، اسی طرح انھوں نے ہم کو بھی تابع دار یا غلام بنا لیا ہے - پھر کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق ہے کہ وہ ہم سے پوچھیں کہ ہم برہا جا کر لڑیں یا نہ لڑیں ؟ ایسا کبھی ہوا ہے اور سلطنت کا کوئی اصول اس کے موافق ہے ؟ جس زمانے میں کہ مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہ ہندوستان کے کسی ملک پر فوج کشی کرتے تھے ، تو کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق تھا کہ وہ بادشاہ ہندوستان کی رعایا سے پوچھتے کہ ہم اس ملک کو فتح کریں یا نہ کریں ؟ وہ کس سے پوچھتے ؟ کیا اُن سے جن کو انھوں نے فتح کیا اور اپنا غلام بنا لیا اور اب انھیں کے دوسرے بھائیوں کو غلام بنانے کا ارادہ کرتے ہیں - ہماری قوم نے خود بھی سلطنت کی ہے اور ہماری قوم کے لوگ

اب بھی سلطنت کر رہے ہیں - کیا کوئی اصول ایسا ہے جس سے سلطنت کا غیر قوم پر اس طرح سے کام چل سکے ؟

بجٹ پر رائے دینا ایک اور اصول پر بھی منحصر ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ جس ملک کی رعایا اپنی جان اور مال سے سلطنت کے کل خرچ کی ذمےدار ہے ، اسی کو بجٹ پر رائے دینے کا بھی حق ہے - وہ کہہ سکتی ہے کہ یہ خرچ کرو اور یہ خرچ مت کرو - اور جس قدر سلطنت کے کاموں میں خرچ ہو اس کا فرض ہے کہ وہ اس کو ادا کرے - مثلاً انگلستان میں تمام لوگوں کا روپیہ اُن لوگوں کی تمام جائداد اور مال ڈیوک سے لے کر جوتا سینے والے تک ضرورت کے وقت گورنمنٹ کا مال ہے - رعایا کا فرض ہے کہ اپنا تمام روپیہ ، تمام جائداد ، تمام مال گورنمنٹ کو دے ، کیوں کہ وہ ذمہ دار ہیں کہ جو کچھ گورنمنٹ کو ضرورت ہو وہ پوری کریں اور کہیں کہ ہاں لو ، ہاں لو اور خرچ کرو - مارو دشمن کو ، مارو دشمن کو - یہ اصول ہے ان لوگوں کا جو بجٹ پر بحث کرنے کا حق رکھتے ہیں - ہندوستان کی حکومت اِس اصول سے بالکل مختلف ہے - ہندوستان میں گورنمنٹ کا ذمہ ہے کہ وہ خود اپنی سلطنت کو تھامے اور جس طرح مناسب سمجھے ، اپنی فوج اور اپنی سلطنت کا خرچ پیدا کرے - ہندوستان میں گورنمنٹ کو زمین کی پیداوار سے ایک معیّن مال گزاری لینے کا حق ہے ، گویا کہ وہ ایک اجارہ دار ہے کہ اس آمدنی سے اپنی سلطنت کو قائم رکھے - جو معاہدہ کہ اُس نے مال گزاری پر کر لیا ہے ، اس سے اضافے کا اُس کو اختیار نہیں - کیسی ہی ضرورت پیش آوے وہ زمیں داروں سے نہیں کہہ سکتی کہ تم مال گزاری میں اضافہ کر دو - نہ زمیں دار گورنمنٹ کا حق سمجھتے ہیں کہ ضرورت کے وقت بھی وہ زمین داروں سے معیّنہ

مال گزاری سے زیادہ کچھ روپیہ لے - اگر اس وقت روس سے لڑائی درپیش ہو تو کیا تمام زمیں دار اور تعلق دار مقررہ جمع سے دو چند روپیہ دینے کو راضی ہوں گے ؟ ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں دینے کے - پھر کیا حق ہے اُن کو مداخلت کا کہ وہ کہیں کہ بجٹ میں اس قدر خرچ ہونا چاہیے اور اس قدر نہیں - یہی طریقہ تمام بادشاہوں کا اور تمام ایشیا کی سلطنتوں کا رہا ہے - جس وقت کہ تم اپنی مال گزاری سے لڑائی کے وقت بھی ایک پیسہ زیادہ نہیں دیتے ، تو تم کو کیا حق بجٹ میں دست اندازی کا ہے ؟

بجٹ پر غور کرنے سے اصلی مقصد جز رسی ہے - جز رسی ایک ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اپنے گھر کے انتظام میں بھی اُس کا لحاظ رکھتا ہے - یہ خیال کرنا کہ گورنمنٹ جز رس اور کفایت شعار نہیں ہے اور بے جا روپیہ خرچ کر دیتی ہے ، خیالِ خام ہے - گورنمنٹ جہاں تک کہ ممکن ہے جز رسی اور کفایت شعاری سے کام کرتی ہے - ہماری گورنمنٹ ایسی کنجوس ہے کہ بے فائدہ ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دیتی - جب تک کہ نہایت ضرورت نہ ہو اور بہت بڑا زور نہ پڑے اور شدید ضرورت پیش نہ آوے ، ایک پیسہ خرچ نہیں کرتی - اگلے بادشاہوں کی فیّاضی کو وہ بالکل بھول گئی ہے - پچھلے زمانے کے بادشاہ شاعروں اور مصنّفوں کو جاگیریں اور لاکھوں روپے مفت دیتے تھے - ہماری گورنمنٹ ایسے معاملات میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتی - اس سے زیادہ اور کیا کفایت شعاری ہو سکتی ہے - اُس نے مصنّفین کو انعام دینے کے بدلے کاپی رائٹ کا حق دیا ہے - وہ بھی دو روپے لے کر رجسٹری کر دیتی ہے اور ایک چٹھی بطور سند کے لکھ دیتی ہے کہ چالیس برس تک اور کوئی اس کتاب کو نہیں چھاپ سکے گا - تم چھاپو اور بیچو ، نفع

اٹھاؤ ، یہی تم کو انعام گورنمنٹ کی طرف سے ہے -

لوگ گورنمنٹ کی آمدنیوں کی طرف تو خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگلی سلطنتوں سے آمدنی بہت زیادہ ہے مگر گورنمنٹ کے خرچ کا خیال نہیں کرتے کہ وہ بھی کس قدر زیادہ ہے - اگلے زمانے میں فوج کے سپاہی کے لیے ایک تلوار پندرہ بیس روپے کی اور ایک بندوق دس پندرہ روپے کی اور کٹی کا بنا ہوا سینگڑا اور ایک لچّھا توڑوں کا کافی تھا - اِس زمانے میں دیکھو کہ فوج کے اخراجات کس قدر بڑھ گئے ہیں اور ہتھیاروں میں کس قدر ترقی ہوئی ہے ، اور روز بروز اعلیٰ درجے کے ہتھیار نکلتے آتے ہیں اور پچھلے ہتھیار ناکارہ ہوتے جاتے ہیں - اگر فرانس یا جرمن میں کوئی بندوق یا توپ نئی قسم کی ایجاد ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ اپنی تمام پرانی قسم کی بندوقوں اور توپوں کو نہ توڑ دے اور نئی قسم کی توپیں اور بندوقیں نہ بنائے ؟ جب اخراجات اس قدر بڑھ گئے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا کیوں کر کام چلتا ہے اس تھوڑے سے ٹیکس سے جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے - شاید اکثر لوگ میری اس بات کو پسند نہ کریں گے - مگر جو واقعہ گزرا ہے میں اس کو علانیہ کہتا ہوں کہ جس وقت غدر کے بعد آنریبل ولسن وزیر خزانہ ہوئے اور اول اول اُنھوں نے ٹیکس کا ایک قانون جاری کیا اور اپنی اسپیچ میں یہ کہا کہ ''یہ ٹیکس پانچ برس تک جاری رہے گا'' (تو) میرے ایک معزز انگریز دوست نے وہ اسپیچ مجھ کو دکھائی اور پوچھا کہ آپ اس کو پسند کرتے ہیں ؟ میں نے اس کو پڑھا اور کہا کہ میں نے آج تک آنریبل ولسن سے زیادہ نادان وزیر خزانہ نہیں دیکھا - وہ متعجب ہوئے - میں نے کہا کہ یہ قید پانچ برس کی غلط ہے - ہندوستان کی حالت ایسی ہے کہ دوامی ٹیکس ہونا چاہیے -

اس وقت خیال کیجیے کہ گورنمنٹ کو اپنے دوست افغانوں کی حفاظت اور اِن کی حفاظت ضروری ہے ۔ گورنمنٹ کو فرانٹیر کے استحکام کی ضرورت ہے ۔ انگلستان میں اگر اس طرح پر کسی سرحد کے استحکام کی ضرورت ہوتی تو خود رعایا اپنے ٹیکس کو دگنا اور تگنا کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیتی ۔ برہما میں گو بالفعل خرچ کی ضرورت ہے ، مگر اس سے آئندہ زیادہ آمدنی ہونے کی توقع ہے ۔ ایسی حالت میں اگر گورنمنٹ نے نمک پر آٹھ آنے فی من محصول بڑھا دیا تو کیا یہ امر اس قابل ہے کہ ہم گورنمنٹ کے محصول بڑھانے کی شکایت کریں ؟ یہ اضافہ محصول کا اگر ہر شخص پر پھیلایا جاوے تو آدھا پیسہ بلکہ ایک دمڑی یعنی چوتھائی پیسے سے زیادہ نہیں پھیلنے کا ۔ اس پر غل مچانا اور گورنمنٹ کی مخالفت کرنا اور گورنمنٹ کو ظالم بتانا کس قدر بیہودہ اور ناواجب امر ہے ۔ اور اس پر ہم دعوے دار ہیں کہ ہم کو بجٹ پر بحث کرنے کا حق حاصل ہے ۔

جب یہ امر طے ہو گیا کہ ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کی حکومت ضرور ہے تو ہندوستان کے لیے یہی مفید ہے کہ اس کی حکومت نہایت استحکام سے ہندوستان میں قائم رہے ۔ اور گورنمنٹ کے لیے بھی یہی مفید ہے کہ وہ اپنے استحکام کے لیے جس قدر مناسب سمجھے فوج رکھے اور اپنے افسر فوج میں مقرر کرے ۔ اور ہر ایک ضلع میں ایسے افسر مقرر کرے جس پر اس کو پوری طمانیت ہو تا کہ اگر ضلعے میں کوئی سازش پیدا ہو تو وہ اس کا علاج کر سکے ۔ آیا یہ فرض گورنمنٹ کا ہے کہ نہیں کہ سازشوں اور بغاوتوں کی روک کے واسطے اپنی سلطنت میں یوروپین افسروں کو مقرر کرے ؟ انصاف کرو اور اپنے دل میں سوچو کہ یہ ایک نیچرل قاعدہ ہے کہ اپنی قوم پر لوگ زیادہ تر یقین رکھتے ہیں ۔ اگر تم سے کوئی انگریز ایک بات کہے

وہ سچ بھی ہو تو بھی تم مشتبہ رہتے ہو ۔ لیکن جس وقت تم سے تمہارے گھر میں تمہارا ہم قوم یا تمہارا بھائی بند پرائیوٹ طور پر کوئی بات کہتا ہے تو تم کو فوراً یقین ہو جاتا ہے ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی بڑی سلطنت کے انتظام اور رازداریوں کے لیے اور ہر ایک طرح خبر پہنچنے کے لیے گورنمنٹ اپنی قوم کے افسر مقرر نہ کرے ؟ اور یہ تمام امور تم پر چھوڑ دے اور کہہ دے کہ تم جو چاہو کرو ۔ جو کچھ میں نے کہا ، یہ ایسے ضروری امور انتظامِ سلطنت کے ہیں کہ کسی قوم کی سلطنت ہو وہ اس کو فروگزاشت نہیں کر سکتی ۔ منصف اور نیک گورنمنٹ کا یہ کام ہے کہ ان اصول کو محفوظ رکھ کر اس ملک کے لوگوں کو جن پر وہ حکومت کرتی ہے ، عزت دے اور جو اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے وہ ان کو دے سکتی ہے اُن کو دے ۔ مگر حقیقت میں ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم کو فلاں عہدہ ملنے کا حق ہے اور ہم کو کسی ضلع کے مستقل حاکم ہونے کا استحقاق حاصل ہے ۔ سینکڑوں چیزیں ایسے راز کی ہیں جو گورنمنٹ ظاہر نہیں کر سکتی ۔ اگر گورنمنٹ ہم کو ایسی ذمہ داریوں اور رازداریوں کے عہدوں پر مقرر کرے تو اس کی مہربانی ہے ۔ بے شک ہم وفاداری اور رازداری کریں گے ۔ لیکن دعوے دار ہونا اور حق جتلانا ایک دوسری چیز ہے اور گورنمنٹ کا خود ہم کو وفادار اور رازدار یقین کر کے ان عہدوں کا دینا دوسری چیز ہے ۔ اور اُس میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ جس امر پر کہ سلطنت کا مدار اور استحکام مبنی ہے ، کس طرح ممکن ہے کہ ہم بطور ایک حق کے اس کے ملنے کا دعویٰ کریں ۔ ہم کو ہرگز استحقاق نہیں ہے کہ ہم جس کو چاہیں کونسل میں بٹھائیں اور جس کو چاہیں نہ بٹھائیں ۔ جو قانون چاہے پاس کریں اور جو چاہیں نہ کریں ۔ اگر قانونی کونسل

میں بیٹھنے کا ہم کو استحقاق ہے تو امپیریل کونسل میں بیٹھنے کے نہ استحقاق ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہیں - امپیریل کونسل میں ہزاروں فارن پالیسی کے معاملات اور راز کی باتیں پیش ہوتی ہیں - کیا تم انصافاً کہہ سکتے ہو کہ ہم ہندوستانیوں کو ان باتوں کے دعویٰ کرنے کا استحقاق حاصل ہے ؟ ایسی باتوں میں شورش کرنے سے ہمارا اور ملک کا نقصان ہے - اصولِ گورنمنٹ کے برخلاف ہے اور ملک کے امن کے لیے بھی مضر ہے - ہمارے بنگالی دوستوں کے خیال ترقی کر گئے ہیں - وہ وہاں پہنچنا چاہتے ہیں جہاں پہنچ نہیں سکتے - لیکن اگر میری غلطی نہ ہو تو میں جانتا ہوں کہ بنگالیوں نے کبھی کسی زمانے میں ملک کے کسی ایک ٹکڑے پر بھی حکومت نہیں کی - وہ اِس بات سے محض ناواقف ہیں کہ غیر قوم غیر قوموں پر کیوں کر حکومت کر سکتی ہے - اُنھوں نے غیر قوموں کی حکومت سہی ہے ، مگر غیر قوموں پر حکومت نہیں کی - اے میرے دوستو ! مسلمان بھائیو ! تمھارے بزرگوں نے ملک فتح کیے ہیں - غیر قوموں پر حکومت کی ہے - ایشیا پر تم نے حکومت کی ہے ، یورپ پر تم نے حکومت کی ہے - تم جانتے ہو کہ حکومت کیوں کر قائم رہ سکتی ہے - ملک پرکیوں کر قبضہ رہ سکتا ہے - پس تم اپنے بزرگوں کے حالات پر قیاس کرو اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ ، جس کو خدا نے ہندوستان پر حکومت دی ہے ، ناانصافی مت کرو اور انصاف سے دیکھو کہ اس کو اپنی سلطنت قائم رکھنے ، ملک پر قبضہ رکھنے کے لیے کیا کیا کرنا ضروری ہے - تم ان باتوں کی قدر جان سکتے ہو ، نہ وہ لوگ جن کے ہاتھ نہ کبھی ملک رہا اور نہ کوئی ملک فتح کیا - اے میرے مسلمان بھائیو ! میں تم کو پھر سمجھاتا ہوں کہ تم نے ملکوں پر حکومت کی ہے اور صدہا سال تک مختلف ملکوں کو اپنے

قبضے میں رکھا ہے - سات سو برس تک ہندوستان پر تم نے شہنشاہی کی - تم جانتے ہو کہ حکومت کرنا کیا چیز ہے - تم اُس قوم کے ساتھ ناانصافی نہ کرو جو تم پر حکومت کرتی ہے ، اور پھر اس کے ساتھ غور کرو کہ وہ کس ایمان داری سے حکومت کرتی ہے - جس خوبی سے انگلش گورنمنٹ نے غیر قوم پر حکومت کی ہے ، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی - تم دیکھتے ہو کہ قانون نے کس قدر آزادی دی ہے اور کس قدر حقوق کی حفاظت کی ہے - ہندوستانیوں کو ترقی دینے اور رفتہ رفتہ معزز عہدوں تک پہنچانے میں بھی کمی نہیں کی - ابتدائے عمل داری میں بجز دفتر کی نوکریوں اور قضا کے منصب کے اور کچھ نہیں تھا - پرگنہ کے قاضی ، جو کمشنر کہلاتے تھے ، چھوٹے چھوٹے مقدمات دیوانی کے فیصل کرتے تھے اور نہایت قلیل فیس ان کو ملتی تھی - ۱۸۳۲ع اور ۱۸۳۳ع تک اسی کے قریب قریب حال رہا - اگر میری یاد میں غلطی نہیں تو لارڈ بنٹنک کے وقت میں معزز عہدے ہندوستانیوں کو ملنے شروع ہوئے - منصفی ، صدر امینی ، صدر الصدوری ، ڈپٹی کلکٹری اور مجسٹریٹی کے عہدے بیش قرار تنخواہ کے ہندوستانیوں کو دیے گئے - پھر برابر اُس میں ترقی ہوتی جاتی ہے - کلکتہ کے ہائی کورٹ میں ایک کشمیری پنڈت ہندوستانی جج ، یوروپین ججوں کے برابر تنخواہ پانے والا اول مقرر ہوا - اس کے بعد برابر بنگالی ہائی کورٹ کے جج ہوتے چلے آئے - اس وقت شاید تین بنگالی ہائی کورٹ کلکتے میں اور اسی طرح چند ہندو بمبئی اور مدراس میں ہندوستانی جج ہیں - بے شک تمھاری بدقسمتی تھی کہ کوئی مسلمان جج اب تک نہیں ہوا تھا - مگر الہ آباد ہائی کورٹ میں ایک مسلمان جج موجود ہے - ہندوستانی ہائی کورٹ کے جج یورپین مجسٹریٹوں اور ججوں کے فیصلوں کو منسوخ

کرتے ہیں ۔ اُن سے بے ضابطگیوں کی کیفیتیں طلب کرتے ہیں ۔ اُن کی غلطیوں اور غلط کاریوں پر ملامت کرتے ہیں ۔ ہندوستانی ماتحت حاکم بھی اپنے اپنے عہدوں پر مستقل حکومت رکھتے ہیں ۔ ایک ڈپٹی کلکٹر ، ایک سب جج ، ایک منصف اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور مطلق خیال نہیں کرتا کہ کلکٹر یا جج کی کیا رائے ہے ۔ یہ سب باتیں لڑائی اور مقابلے سے حاصل نہیں ہوئیں ۔ جہاں تک تم نے اپنے آپ کو اپنی گورنمنٹ کا معتمد بنایا ، اُسی درجے تک تم نے اُن درجوں کو پایا ۔ تم اپنے آپ کو اُن کا دوست بناؤ اور ان کے دل میں اپنا اعتبار بٹھاؤ اور ثابت کرو کہ تم ایسے ہی اُن کے دوست ہو جیسے کہ انگلش اور اسکاچ ۔ اس کے بعد جو تم کو دعویٰ کرنا ہو کرو ، بشرطیکہ لیاقت بھی ہو ۔

اس اختلاف میں جو اس وقت پولیٹیکل معاملات میں ہو رہا ہے ، اور مجھے افسوس ہے کہ اُس میں ہمارے ملک کے ہندو بھائی بھی شریک ہیں ، جن کو ابھی میں نے نصیحت کی ہے اور غالباً کسی غلط خیال سے وہ شریک ہو گئے ہیں ، اُن معاملات کی نسبت میں اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں ۔

بنگالیوں کی کارروائی کو ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے مفید نہیں سمجھتے ۔ ہمارے ملک کے ہندو بھائی ہم کو چھوڑتے ہیں اور بنگالیوں کے شریک ہوتے ہیں ۔ پس ہم کو اُس قوم کے شریک ہونا چاہیے جس کے ساتھ ہم شریک ہو سکتے ہیں ۔ کوئی مسلمان یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ انگریز اہلِ کتاب نہیں ہیں ۔ کوئی مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی غیر مذہب والے مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ہیں ۔ اگر ہو سکتے ہیں تو وہ عیسائی ہو سکتے ہیں ۔ ''لتجدن اشد الناس عداوة للذین امنوا

الیھود والذین اشرکوا ۔ ولتجدن اقربھم مودة للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ۔ ذالک بان منھم قسیسین و رھبانا و انھم لا یستکبرون ۔''

جس شخص نے قرآن شریف پڑھا ہوگا اور جس کو اس پر یقین ہوگا وہ جان سکتا ہے کہ ہماری دوستی ، ہماری محبت کسی دوسرے مذہب والی قوم سے اس قدر نہیں ہو سکتی جتنی کہ عیسائیوں سے ۔ اس وقت ہماری قوم خراب حالت میں ہے دولت کے لحاظ سے ، علم کے لحاظ سے ۔ لیکن خدا نے اپنی مہربانی سے نور ایمان ہم کو دیا ہے ۔ قرآن شریف ہماری ہدایت کے لیے موجود ہے ۔ جس نے ہم کو ان کا اور اُن کو ہمارا دوست بنایا ہے ۔ اب خدا نے اُن کو ہم پر حاکم کیا ہے ۔ پس ہم اُن سے دوستی کریں اور وہ طریقے اختیار کریں جس میں اُن کی حکومت کو ہندوستان میں استقلال اور استحکام رہے اور بنگالیوں کے ہاتھ میں نہ جاوے ۔ یہی ہماری دوستی ہمارے عیسائی حاکموں کے ساتھ ہے ۔ اور جو لوگ ہم کو گڑھے میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں ۔ ایسی حالت میں کہ بنگالیوں کی کارروائیوں سے ہماری قوم کو نقصان پہنچنے والا ہے ، ہم مطیع الہنود ہونا بجائے مطیعِ اہلِ کتاب ہونے کے پسند نہ کریں ۔ اور جہاں تک ہم سے ہو سکے ہم انگلش گورنمنٹ کے وفادار رہیں ۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں عیسائی مذہب کا طرف دار ہوں ۔ عیسائی مذہب کا جیسا کہ میں مخالف بلکہ دشمن ہوں اور جیسی جیسی سخت کتابیں میں نے عیسائی مذہب کے خلاف لکھی ہیں ، شاید کسی نے لکھی ہوں گی ۔ گو وہ مذہب کیسا ہو مگر خدا نے اُسی مذہب والوں کو ہمارا دوست کہا ہے ۔ ہم کو خدا کے اس حکم کے مطابق (نہ ان کے مذہب کے خیال سے) اُن کا دوست اور وفادار رہنا چاہیے ۔ ہمارے ملک کے ہندو بھائی اور

بنگال کے بنگالی اور بمبئی کے برہمن اور مدراس کے ہندو مدراسی
اگر ہم سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں ، اُن کو علیحدہ ہونے دو اور کچھ
پرواہ مت کرو ۔ انگریزوں سے ہم سوشیل طور سے بھی دوستی برت
سکتے ہیں ۔ ہم ان کے ساتھ کھا سکتے ہیں ۔ ہم کو جو کچھ اپنی
بھلائی کی توقع ہے ، وہ انگریزوں سے ہے ۔ بنگالی ہماری قوم کے لیے
کچھ بھلائی نہیں کر سکتے ۔ قرآن مجید بھی انھی سے دوستی کرنے
کی ہدایت کرتا ہے ۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم ان کے دوست
اور وفادار نہ ہوں ۔ بلکہ ہم کو لازم ہے کہ جو کچھ خدا نے کہا
ہم اس کی تعمیل کریں ۔ اس کے علاوہ خدا نے اُن کو ہم پر حاکم
کیا ہے ۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر
تم پر حبشی غلام حاکم ہو تو اُس کی بھی اطاعت کرو ۔ دیکھو
اس وقت ایک یوروپین مسٹر بک مجلس میں موجود ہیں ۔ وہ تو کالے
نہیں ہیں ، بہت گورے ہیں ۔ تو ہم اُن گورے منہ والوں کی ، جن کو
خدا نے ہم پر حاکم کیا ہے ، کیوں نہ اطاعت اور وفاداری کریں
اور خدا کا حکم بجا لائیں ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ برٹش گورنمنٹ
کی حکومت میں تمام چیزیں اچھی ہیں ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ
کوئی گورنمنٹ دنیا میں ایسی ہے یا ایسی ہوئی ہے جس میں کوئی
چیز خراب نہ ہو ۔ خواہ وہ گورنمنٹ مسلمانوں کی ہو یا ہندوؤں کی یا
عیسائیوں کی ۔ اس وقت سلطان روم ، جو مسلمان شہنشاہ ہیں اور جن
پر ہم مسلمانوں کو فخر ہے ، تو اُنھی کی مسلمان رعایا کچھ نہ کچھ
اُن سے شکایات رکھتی ہے ۔ مصر کی سلطنت کا بھی یہی حال ہے ۔
یورپ کی سلطنتوں کو دیکھو اور خود لنڈن کی سلطنت کے حال پر
غور کرو کہ ہزاروں آدمی گورنمنٹ کی شکایت کرتے ہیں ۔ کوئی
سلطنت ایسی نہیں ہے کہ تمام لوگ اس سے راضی ہوں ۔ اگر ہم کو

بھی انگریزی گورنمنٹ سے کچھ شکایت ہے تو کوئی نئی بات نہیں
ہے ، خدا کی گورنمنٹ میں بھی تو لوگ اس کا شکر نہیں کرتے ۔ میں
یہ نہیں کہتا کہ تم گورنمنٹ سے کوئی چیز نہ مانگو ۔ میں خود
تمھاری طرف سے واجبی باتوں پر لڑوں گا ۔ مگر وہ چیز مانگو جو وہ
تم کو دے سکتی ہو یا جن چیزوں سے تم بلحاظ انتظام ملکی مستحق
ہو ۔ اگر تم ایسی چیز مانگتے ہو جو تم کو گورنمنٹ نہیں دے سکتی
تو گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ مانگنے والوں کی بے وقوفی ہے ۔
اور جو کچھ مانگو اس طرح پر نہیں کہ گورنمنٹ کے تمام کاموں کو
ظالمانہ کام قرار دو اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے داروں کو دشنام دہی
سے یاد کرو ، اور جس قدر سخت اور ناملائم الفاظ تم کو ملیں وہ
لارڈ لٹن اور لارڈ ڈفرن کے حق میں ادا کرو ، اور تمام انگریزوں کو
ظالم بتاؤ ۔ اسی مضمون سے اخبار کے کالم کے کالم سیاہ کرو ۔ ان
باتوں سے کچھ نہیں مل سکتا ۔ تمھارے اوپر اُن کو خدا نے حاکم
کر دیا ، یہ خدا کی مرضی ہے ۔ ہم کو خدا کی مرضی پر شاکر رہنا
اور خدا کے حکم کی اطاعت کر کے اُن کا دوست اور وفادار رہنا
چاہیے ۔ نہ یہ کہ ان پر بے جا الزامات لگائیں اور دشمنی پیدا کریں ۔
نہ یہ عقل مندی کا کام ہے اور نہ ہمارے پاک مذہب کی ہدایت ہے ۔
پس ہم کو جو طریقہ اختیار کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہم اس پولیٹیکل
شور و غل سے اپنے تئیں علیحدہ رکھیں اور ہم اپنے حال پر غور
کریں ۔ اور دیکھیں کہ ہم علم میں کم ہیں ، اعلیٰ درجے کی تعلیم
میں کم ہیں ، دولت میں کم ہیں ۔ پس ہم کو اپنی قوم کی تعلیم
پر کوشش کرنی چاہیے ۔ اِس وقت ہمارا حال یہ ہے کہ ہندو اگر
چاہیں تو ایک گھنٹے میں ہم کو تباہ کر دیں ۔ اندرونی تجارت بالکل
ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے ، بیرونی تجارت پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا

ہے - جو تجارت کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے وہ آنھی کے پاس رہنے دو ، کیوں کہ نہ ہم سے دوکان پر بیٹھ کر آٹا دال بیچا جاوے گا ، نہ سوت کپاس کیا جاوے گا - ہمارے ملک کی پیداوار کی تجارت جو انگریزوں کے ہاتھ میں ہے اور جس سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں ، اس کو ان کے ہاتھ سے چھیننے میں کوشش کرو - ان سے کہہ دو کہ اب آپ تکلیف نہ کریں - ہم خود اپنے ملک کا چمڑا انگلستان لے جاویں گے اور وہاں بیچیں گے - ہمارے ملک کے جانوروں کی ہڈیاں تم مت چنو ، ہم خود چنیں گے اور امریکہ لے جاویں گے - ہمارے ملک کا غلہ ، ہمارے ملک کی روئی تم جہازوں میں مت بھرو ، ہم خود جہازوں میں بھریں گے اور خود یورپ کو لے جاویں گے - یہ کبھی خیال مت کرو کہ گورنمنٹ تمھاری اس تجارت میں ہرج ڈالے گی - مگر ان سب باتوں کا حاصل ہونا تعلیم پر موقوف ہے - جب تم پوری تعلیم پاؤ گے اور سچی تعلیم تمھارے دلوں میں بیٹھے گی تو خود تمھارے دل میں ان حقوق کا خیال پیدا ہوگا جو تم واجبی طور پر برٹش گورنمنٹ سے پا سکتے ہو - اور اسی کا نتیجہ ہوگا کہ تم گورنمنٹ میں بھی معزز عہدے حاصل کرو گے اور اعلیٰ درجے کی تجارت سے دولت حاصل کرو گے - اِس وقت اِن بے جا پولیٹیکل معاملات میں بنگالیوں سے دوستی پیدا کرنا اور ان کے ساتھ شامل ہونا مضرّت کا باعث ہوگا - اگر میری قوم ایسا کرے گی تو گورنمنٹ سے اور تجارت سے فائدہ اٹھاوے گی - ورنہ یاد رکھو کہ گورنمنٹ تم پر نہایت سخت نظر رکھے گی کیوں کہ تم بڑے مفسد ، بڑے بہادر ، بڑے سپاہی اور بڑے لڑنے والے ہو -

☆ ☆ ☆

۶۲ - مسلمانوں کے توجہ طلب اوقاف

(۲۹ - دسمبر ۱۸۸۸ع ، بمقام لاہور)

محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کا تیسرا سالانہ جلسہ ۲۷ ، ۲۸ ، ۲۹ دسمبر ۱۸۸۸ع کو لاہور میں منعقد ہوا - اس میں خان بہادر برکت علی خاں نے اِس مضمون کا ریزولیوشن پیش کیا کہ گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ پنجاب اور یو - پی میں جہاں جہاں مسلمانوں کے اوقاف ہیں ان کی نگرانی کرنے اور ان کی حالت کو بہتر بنانے کی طرف توجہ کرے - اس رویزلیوشن کی تائید میں سرسید نے یہ تقریر کی - حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیں محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کے تیسرے اجلاس بابت ۱۸۸۸ع کی روئداد -
(محمد اسماعیل)

جناب صدر انجمن صاحب !

میں اس رزولیوشن کی ، جس کو میرے معزز دوست خان بہادر محمد برکت علی خاں نے پیش کیا ہے ، تائید کرتا ہوں اور آپ کی اجازت سے کچھ مختصر حال کہنا چاہتا ہوں - سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ نے فروری ۱۸۸۲ع میں اپنی ایک عرض داشت موسومہ گورنمنٹ میں عام طور پر موجودہ حالت مسلمانوں کے لحاظ سے بہت کچھ درخواستیں کی تھیں - اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایسے اوقاف جابجا ملک میں موجود ہیں ، جو علاوہ مذہبی مقاصد